تحریر : جناب پروفیسر غلام نبی عارف ۔ گورنمنٹ ڈگری کالج باغبانپورہ لاہور

اسلام کا نظام زکوٰۃ و دیگر نظامہائے معاش

قسط ۵

مدارس دینیہ !

جو طلبہ دینی اداروں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ وہ بھی زکوٰۃ کے مستحق ہیں ۔ ان کو کپڑے جوتے ، خوراک ، کتابیں اور طبی امداد مد زکوٰۃ سے دی جا سکتی ہے ۔ کیوں کہ وہ ہمہ وقت مصروف تعلیم و تحصیل علوم دینیہ رہتے ہیں ۔ اور ان کے پاس اتنا فارغ وقت نہیں ہوتا کہ وہ محنت و مشقت کر کے اپنے لیے کچھ کما سکیں ۔ وہ فرض جو پوری امت پر ہے وہ اسکی ادائیگی میں مصروف رہتے ہیں ۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (آل عمران : ۱۰۴)

" اے مسلمانو ! تم میں ایک ایسی مخصوص جماعت کا ہونا ضروری ہے جو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے ۔ کامیابی اسی جماعت کا حق ہے ۔ "

یہی وہ لوگ ہیں جو بعد میں غزالی ، ابن تیمیہ اور ولی اللہ کے نام سے مشہور ہوئے ہیں

نوٹ :- ان لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم کس قدر دی جائے ۔ امام ابن حزم کی رائے ہے کہ حسب ضرورت اور ضرورت سے زیادہ بھی مدد کی جا سکتی ہے ۔ امام غزالی تو کہتے ہیں کہ ایک سال کا خرچ دیا جائے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بے سہارا عورت آئی ۔ آپ نے اس کو ایک سال کا مکمل خرچہ دیا ۔ اور اس سے کہا کہ آئندہ سال پھر آنا ۔ تمہیں یہ امداد ملتی رہے گی ۔ علامہ ابو عبید نے کتاب الاموال

میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس نوٹ کا تعلق تمام مصارف زکوٰۃ سے ہے،

محتاج خانوں کی ورکشاپس!

اگر کوئی ایسا انتظام ہو جائے کہ مکمل یا قدرے صحت مند بھکاریوں کیلئے محتاج خانے بنا دیئے جائیں اور وہاں ان کو صنعت و حرفت کی تعلیم دی جائے تو ان ورکشاپوں کے اخراجات پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ اس طرح معاشرے سے بہت سی خرابیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بعض نوجوان خواتین جو گلی کوچوں میں بھیک مانگتی پھر رہی ہیں وہ کسی وقت احتیاج کے ہاتھوں مجبور ہو کر عصمت فروشی کی مرتکب ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح کم عمر بچے چوری چکاری اور جیب تراشی جیسی لعنتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ان ورکشاپوں کے قیام سے ایک یہ فائدہ بھی ہوگا کہ کوئی شوقیہ بھکاری نہیں بنے گا۔

مساکین!

مساکین وہ لوگ ہیں جن کی آمدنی بہت محدود ہو اور اس میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ وہ اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد خانہ کی ضروریات زندگی کو سہولت سے پورا کر سکیں۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ مسکین وہ ہے جو نصف یا نصف سے قدرے زیادہ اپنی ضروریات زندگی کو پورا کر سکے اور فقیر وہ ہے جس کے پاس اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے نصف سے بھی کم وسائل ہوں یہ سب فقیہانہ موشگافیاں ہیں لیکن میں جہاں تک شریعت کی روح سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ مسکین سے مراد وہ شخص ہے جو برسر روزگار تو ہو مگر اس روزگار اور کاروبار سے اس قدر قلیل آمدنی ہے کہ وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا بسہولت پیٹ نہیں پال سکتا۔ لوگ اس کو کم ہی محتاج کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اس کی ظاہری وضع قطع کو دیکھ کر عام لوگ اسے مالدار ہی سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ دھلے ہوئے اُجلے کپڑے زیب تن کرتا ہے۔ گھریلو استعمال کی چیزیں بھی اچھی اور صاف ستھری حالت میں رکھتا ہے۔ اور نہایت قرینے اور سلیقے سے مرتب کرتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے وضعدار لوگ بروقت مالی امداد نہ ملنے کی وجہ سے گھر کا سامان بھی بیچنے تک مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سوسائٹی کا معزز رکن دولتمند لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بھی پہلو تہی کرتا ہے۔

سوال کو وہ عزت نفس اور شرفِ ضمیر کے خلاف اعلانِ تصور کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول گرامی کے ذریعہ اس حقیقت سے پردہ ان الفاظ میں اٹھایا ہے۔ جن کے راوی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ التمرۃ والتمرتان او اللقمۃ واللقمتان۔ انما المسکین الذی یتعفف (صحیح بخاری ص۱۸۲)

" مسکین وہ نہیں جسے سوال کرنے سے ایک دو کھجوریں یا ایک دو لقمے مل جائیں۔
بلکہ مسکین تو وہ ہے۔ جو مانگنے سے پرہیز کرتا ہو"

دراصل یہ ضرورتمند مسکنت کی اس حد کو اس لیے پہنچا کہ اس کے اندر کسب و محنت اور مشقت کی قوتیں ماند پڑ گئی ہیں۔ مثلاً کمزور اور اُدھیڑ عمر کے لوگ یا قوتیں تو موجود ہیں لیکن ان سے استفادہ کے مواقع میسر نہیں ہیں۔

مفسر بیضاوی نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

المسکین من السکون کان العجز اسکنہ۔ (تفسیر سورہ توبہ ص۳۴۰)

" لفظ مسکین سکون سے مشتق ہے۔ گویا لاچاری اور بے بسی نے اسکو ساکن اور بے حس کر دیا ہے"

عاملین !

زکوٰۃ ایک اجتماعی ادارہ ہے جو حکومت کی سرپرستی میں چلتا ہے اور اس ادارے کو چلانے کیلئے کارکنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو زکوٰۃ کی وصولی کا حساب رکھیں اور پھر اسے مستحقین میں تقسیم کریں۔ اس کام کو سرانجام دینے کیلئے حکومتی سطح پر مستقل محکمے کی ضرورت ہو گی۔ دفتر اور اس کی سٹیشنری، عملہ اور ان کی تنخواہوں کے مسائل پیدا ہوں گے۔ اس کیلئے مستقل ملازمین کی بھرتی کرنی پڑے گی۔ جو سال بھر کی مالی آمدنیوں اور اخراجات کو منضبط کریں۔ ان کو باقاعدہ تنخواہیں دی جائیں۔ اس سلسلے میں مستقل تنخواہ دار بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ سال بھر کام کا تسلسل جاری رہنا ہے۔ اور اگر بعض جگہ عارضی نوعیت کا کام ہے تو متعین اُجرت (کمیشن) پر بھی دوسروں کی خدمات

حاصل کی جا سکتی ہیں اور یہ تمام کا تمام کام سربراہ حکومت کے حکم سے ہونا چاہیے۔ انفرادی طور پر ادا کرنے سے یہ فریضہ کماحقہ ادا نہیں ہوتا۔ وصولی زکوٰۃ کے عملہ کو باقاعدہ زکوٰۃ کے احکام و مسائل سے آگاہ کیا جائے۔ بعض ایسے کورس کرائے جائیں جس سے وہ باریک مسائل کی تہہ تک پہنچ جائیں۔ یہ تنخواہ دار ملازمین گھر میں کسقدر ہی آسودہ حال کیوں نہ ہوں۔ تنخواہ انکی محنت و مشقت اور کارکردگی کا معاوضہ ہے۔ کارکن کیلئے ضروری ہے کہ وہ عاقل مسلمان اور صحتمند ہو۔

اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ (القصص ۲۶)

" بیشک بہتر مزدور جو تو اُجرت پہ رکھے وہ طاقتور اور امانت دار ہے "

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاملین زکوٰۃ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

العامل علی الصدقة بالحق کالغازی فی سبیل اللّٰہ حتیٰ یرجع الی بیتہ۔

(جامع ترمذی جلد: ۳ صـ۳۷)

" جو کارکن قانونی دائرہ کار میں رہ کر مالِ زکوٰۃ کی وصولی میں مصروف رہتا ہے وہ اس غازی کی طرح ہے جو راہِ خدا میں دشمن سے لڑتا رہا تاوقتیکہ وہ گھر واپس نہ آجائے"

عامل زکوٰۃ کی صفات میں یہ شامل ہے وہ دیانت دار اور امانت دار ہو۔ مال زکوٰۃ میں خیانت بہت بڑا جرم ہے۔ اگر اس کو زکوٰۃ گزاروں کی طرف سے کوئی تحفہ بھی مل جائے۔ تو وہ سرکاری خزانے کا حصہ ہوگا نہ کہ کارکن کی جیب کا۔ کارکن مال کے مرکزوں پہ جاکر زکوٰۃ وصول کرے۔ اور پھر متوسط قسم کا مال وصول کرے اور زکوٰۃ دہندگان کیلئے دعائے خیر کرے۔ اور لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ عامل زکوٰۃ کا خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کریں۔ جب وہ زکوٰۃ کی وصولی کرے تو وہ خوش ہو۔ اگرچہ اس کی طرف سے کچھ درشتگی کا اظہار بھی ہو تو اس کو فراخ دلی سے گوارا کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل سے نہیں کہا وہ لوگوں کو خوش رکھ کر زکوٰۃ لے۔ بلکہ یہ کہا لوگ عامل زکوٰۃ کو خوش رکھیں۔ اور خوشی خوشی سے زکوٰۃ ادا کریں تاکہ بارگاہ رب العزت میں شرفِ قبولیت پائے۔

مؤلفۃ القلوب!

اسلام اخوت ومحبت کا علم بردار ہے۔ وہ ان غیر مسلموں سے شفقت ومحبت کا سلوک روا رکھتا ہے جو اسلام کی طرف مائل ہوں۔ اسلام دلوں کو جوڑنے کا کام کرتا ہے نہ کہ توڑنے کا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ کے بارے میں قرآن کی وضاحت ہے کہ آپ غلیظ القلب نہیں ہیں یعنی سنگ دل بلکہ آپکو رؤف رحیم کے القاب جلیلہ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کوئی زمان ومکان ایسا نہیں کہ جس میں دردمند، صاحب بصیرت اور انصاف پرست لوگ نہ پائے جاتے ہوں۔ یہی لوگ حقائق کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر ایسے لوگوں کے سامنے اسلام کے محاسن اور اس کی صداقتیں بیان کی جائیں تو ان کے لیے اس دین میں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ دینِ اسلام کے سچے عاشق اپنی ذاتی سیرت وکردار اور حسن ومروت سے ان غیر مسلموں کو اسلام کا شیدائی بنا لیتے ہیں۔ اپنی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے یہ مصرف بھی نظام زکوٰۃ میں ایک عظیم مقام رکھتا ہے۔ اسلیئے اسکو چوتھے درجہ پر رکھا گیا ہے۔ جب کوئی کافر حلقہ بگوش اسلام ہوتا ہے۔ تو وہ ایک اجنبی ماحول میں داخل ہوتا ہے۔ نئے نئے چہروں سے آشنا ہوتا ہے۔ اس کے دل پر عزیز واقارب کی جدائی کا تازہ تازہ زخم ہوتا ہے۔ مال ودولت سے محرومی اور علاقہ ووطن سے ہجرت کا زخم بھی کوئی کم نہیں ہے۔ اب اس کیلئے نئی رشتہ داریاں نئے تعلقات اور نیا ماحول ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس امر کو لازمی اور لابدی قرار دیا ہے کہ اس نووارد کے زخموں پر مرہم رکھا جائے۔ مسلمان اس کو اپنے گلے لگائیں۔ اس کو ہمدرد، دوست اور رشتہ دار بن جائیں۔ تاکہ جلد از جلد اس نو مسلم کا دل ودماغ اس اجنبی ماحول سے مانوس ہو جائے۔ اگر اسکو مسلمانوں کی طرف سے پرتپاک استقبال میسر آئے گا۔ تو پھر وہ سابقہ تعلقات اور وابستگیوں کو بھول جائے گا۔ دل وجان سے اسلام کا شیدائی اور خیر خواہ بن جائے گا۔ ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے کہ یہی تازہ خون جو جسم اسلام کی رگوں میں شامل ہوا ہے۔ وہ پرانے خون (موروثی مسلمان) سے کہیں زیادہ جسدِ اسلام کی صحت وتوانائی کا باعث ہو۔ زائد المیعاد، بے اثر اور باسی مسلمان اس تازہ مسلمان کا خدمت اسلام کے میدان میں مقابلہ نہ کر سکیں۔ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ سربراہان مسلم ممالک غیر مسلم ممالک میں اپنے شفاخانے اور خیراتی ادارے

کھولیں اور اس مصرف پر اتنا ہی خرچ ہونا چاہیے جتنا ہم دفاع پر خرچ کرتے ہیں۔ دیکھئے پھر کسقدر جلد اسلام کی رحمۃ اللعالمین ظہور میں آتی ہے۔ ایک کافر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے اعانت کیلئے سوال کیا۔ آپ نے صحابہؓ کو کہا یہ مال مویشیوں کا پورا ریوڑ اس کے سپرد کر دو۔ وہ خوشی خوشی اپنے قبیلہ میں گیا تو وہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس نے اپنی قوم کو مخاطب ہوکر کہا۔ تم مسلمان ہو جاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو اس قدر زیادہ مال دیتا ہے کہ فقروفاقہ کا خوف دل سے نکل جاتا ہے۔

ابو یعلی حنبلی نے مؤلفۃ القلوب کی تفسیر میں حسب ذیل افراد کو مستحق زکوٰۃ ٹھہرایا ہے۔ (الاحکام السلطانیہ ص۱۱۶)

- شر پسند لوگوں کے ضرر سے بچنے کیلئے ان کی دلجوئی کی جا سکتی ہے۔
- ایسے لوگوں کی بھی تالیف قلب (دلجوئی) کی جائے جن سے توقع ہے کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں گے۔
- کافروں کے دلوں میں اسلام کی محبت و الفت پیدا کرنے کیلئے ان کی تالیف قلب کی جا سکتی ہے۔
- کافر قوم و قبیلہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کیلئے بھی زکوٰۃ کا مال دیا جا سکتا ہے۔
- میں، پانچویں قسم کا اضافہ کرتا ہوں کہ غریب، نادار اور مفلس کافروں کی مدد کی جائے ان کی دکھے دالے، سسکتے ہر طرح کی مدد کی جائے۔ تاکہ ان کے دل میں یہ بات اتر جائے کہ واقعی اسلام انسانیت کا ہمدرد ہے۔

آزادئ غلاماں!

اسلام حریت و مساوات کا دین ہے۔ اس کا مطمح نظر تو یہ ہے کہ انسانیت آزاد فضاؤں میں پروان چڑھے۔ وہ صدیوں کی پرانی رسم غلامی کو اپنی حکیمانہ تعلیمات کے ذریعہ ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اسلام سے قبل عرب، روم، مصر، چین اور ہند میں غلاموں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ تاریخ اس کی ہولناکی اور تلخی سے بخوبی آگاہ ہے۔ اور خاص کر یورپی اقوام نے جو افریقی باشندوں کے ساتھ سلوک کیا کہ ان کو جنگلی جانور سمجھ کر ان کا شکار کیا جاتا تھا۔ اور تفریح طبع کیلئے انہیں خونخوار شیروں اور بیلوں کے سامنے پھینک دیا جاتا تھا۔ تاکہ وہ ان کے مقابلے اور پنجہ آزمائی سے لطف اندوز ہو سکیں۔ اہل مغرب

کی طبع لطیف کیلئے یہ ایک کھیل تھا۔ یہاں سے ہی اس قوم کی ذہنی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور جنگ عظیم اوّل و دوم میں تو انہوں نے پوری دنیا کے ممالک کو غلاموں کی منڈیوں میں بدل دیا تھا۔ بقول ابوالکلام آزاد

"اے اقوام یورپ! اے رہزنان قافلۂ انسانیت، اے مجمع وحوش و کلاب!"

اب جو بعض ممالک میں بچوں کو اغوا کیا جاتا ہے۔ بیگار کیمپوں میں رکھا جاتا ہے۔ بردہ فروشی کا کاروبار کیا جاتا ہے۔ یہ سب غلامی کی صورتیں ہیں۔ بعض نادار اور غریب لوگوں کو جیلوں میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر ان کے اولیاء اور وارثوں کے پاس اتنی دولت نہیں ہوتی کہ وہ وکیلوں، ججوں اور عدالتی اہل کاروں سے کوئی معاملہ طے کر سکیں۔ نیک دل وکیلوں کی انجمنیں ہونی چاہیئے جو ایسے مجبور اور بے بس اسیروں کو جیلوں کی سلاخوں سے باہر لائیں۔ ان لوگوں کی رہائی پر مال زکوٰۃ صرف ہو سکتا ہے۔ اسلام نے غلاموں کو عزت و وقار بخشا۔ زید بن حارثہؓ، بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ یہ کون تھے؟ غلام ہی تو تھے۔ مگر ان غلاموں نے اسلام سے اس قدر عشق و محبت کا مظاہرہ کیا کہ اسلامی فتوحات کے ہیرو ٹھہرے۔ طارق بن زیاد فاتح اندلس بھی تو غلام تھا۔ ———— ہندوستان میں خاندان غلاماں حکمران رہا ہے۔ اب کشمیر، اریٹیریا، فلسطین، فلپائن میں آزادی کی مسلم تحریکیں چل رہی ہیں۔ ان کی مال زکوٰۃ سے مدد کرنا ضروری ہے۔ بعض فقہا کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ فی الرقاب کا تعلق مکاتب سے ہے۔ یعنی وہ غلام جو اپنے آقا سے سودا بازی کرے کہ اگر اس کو آزاد کر دیا جائے تو وہ مالک کو ایک طے شدہ رقم ادا کر دے گا۔ اب ایسے غلام کی مالی مدد کرنا چاہیے تاکہ اس کو آزادی مل سکے۔ وہ محنت و مشقت بھی کرتا ہے تاکہ مقررہ رقم ادا کرے اور اگر اس کو کچھ مال زکوٰۃ کا سہارا مل جائے تو اسے جلد رہائی میسر آسکتی ہے۔ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا۔ اور کفارہ کی صورت میں غلاموں کو آزاد کرنا۔ یہ سب اسلام کی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ اس دور میں بظاہر انفرادی غلامی تو ختم ہو چکی ہے۔ لیکن اجتماعی غلامی کے مظاہر دیکھنے میں آجاتے ہیں۔

قرضدار!

قرضہ ایک ہنگامی نوعیت کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ انسان کو ایسی مشکلات سے پالا پڑتا ہے کہ اسے لامحالہ قرض کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اگر کبھی کسی مسلمان پر ایسا وقت آ گیا ہے۔ کہ وہ قرض ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ بڑی مشکل سے بسر اوقات کرتا ہے۔ نہ اس کے پاس کوئی نفع بخش کاروبار ہے جس سے اسے معقول آمدن ہو۔ وہ بُری طرح حالات کی گرفت میں آ گیا ہے۔ ایسے مجبور اور بے بس شخص کی مدِ زکوٰۃ سے مدد کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اسلامی ریاست اس کو سہارا دے اور یہ اس کی آئینی اور قانونی ذمہ داری ہے۔ بعض دفعہ قرض ذاتی نوعیت کا ہوتا ہے۔ مثلاً اپنی یا کسی بچے کی شادی کا مسئلہ ہے یا کسی بیماری کا علاج کرانا ہے۔ یا مکان کی تعمیر کرنا ہے۔ یا اس پر تاوان کا بوجھ آن پڑا ہے۔ یا کاروبار شروع کرنا ہے۔ یہ تمام انفرادی اور ذاتی قرض کی صورتیں ہیں۔ لیکن کاروبار کے لیے یہ شرط ہے کہ اس سے اللہ کی معصیت اور نافرمانی لازم نہ آتی ہو۔ مثلاً کسی سینما کی تعمیر کرنا ہے۔ ناچ گھر بنانا ہے۔ شراب کی تجارت کرنا ہے۔ یا شادی و مرگ پر فضول رسموں پر خرچ کرنا ہے۔ یا پھر اس طرح کا کوئی اور اسراف و تبذیر کا کام ہے۔ ان صورتوں میں مالِ زکوٰۃ سے اعانت نہیں کی جاسکتی۔

حضور علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی حضرت قبیصہ کو بتایا کہ تین طرح کے مقروض مالی امداد کے مستحق ہیں۔

(۱) کسی نے باہمی صلح کی خاطر ذمہ داری اٹھائی ہو۔
(۲) کوئی ناگہانی آفت کا شکار ہو گیا ہو۔
(۳) ایسا فاقہ زدہ شخص کہ تین آدمی اس کی اس حالت پر گواہ ہوں۔

انتہائی احتیاط کے بغیر قرض لینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیوں کہ قرض رشتۂ محبت کو کاٹ دینے والی قینچی ہے اور اس سے عزتِ نفس بھی مجروح ہوتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس گھر میں قیمتی سامان یا جائیداد ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کو بیچ کر قرض کی رقم ادا کرے۔ اور مالِ زکوٰۃ سے احتراز کرے لیکن اگر وہ اپنا سامان بیچ کر بھی قرض کی

رقم ادا نہیں کر سکتا تو وہ بقدرِ ضرورت زکوٰۃ کے فنڈ سے مالی تعاون حاصل کر سکتا ہے۔ اگر کسی صاحب دل نے اس کے قرض کی ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے تو پھر وہ مستحقِ زکوٰۃ نہیں ہے۔

البتہ حضور علیہ السلام نے متوفی کے قرض کی مالِ زکوٰۃ سے ادائیگی کی اجازت دی ہے۔ آپ کے دورِ مسعود میں جب اسلامی ریاست کو مالی استحکام نصیب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مقروض ہو کر فوت ہو جائے گا تو میں اس کے قرض کو ادا کروں گا۔

فی سبیل اللہ!

مصارفِ زکوٰۃ کا ساتواں مصرف فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے معنی و مفہوم میں بڑی وسعت ہے اس سے ہر وہ نیک کام مراد لیا جا سکتا ہے جس سے اللہ کی خوشنودی مطلوب ہو۔ اس طرح اس مدِ زکوٰۃ کا مصرف بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ محدثین اور اکثر فقہاء، فی سبیل اللہ سے غازیان اسلام مراد لیتے ہیں۔ یعنی جو اللہ کیلئے میدان جنگ میں مصروفِ قتال ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام رض اسلام کے سچے پکے سپاہی تھے۔ اسلامی انقلاب کیلئے جانِ عزیز بھی قربان کر دینے والے تھے۔ ان کے سینہ میں شوقِ شہادت طوفان کی طرح موجزن تھا۔ بعض فقراء صحابہ اپنی مالی کمزوری کی وجہ سے اسلحہ جنگ خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ دلوں میں قربانی و ایثار کے ولولے انگڑائیاں لیتے تھے۔ بعض کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور حسرت سے کہتے اے اللہ کے رسول! میدان کارزار میں ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیئے اور آپ کے پاس بھی بعض دفعہ اتنے مالی وسائل نہ ہوتے کہ سب تواہشمندوں کو لے چلتے۔ اور یوں ان کو بے قراری کی حالت میں چھوڑ جاتے۔ یہی وہ جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت تھا جس نے قلیل عرصہ میں اسلامی انقلاب کو فتح مندیوں سے ہمکنار کر دیا۔

ایک ایک غازی سو سو کفار پر بھاری تھا۔ جسمانی طور پر کمزور سپاہی بھی نشۂ جہاد سے سرشار تھے۔

اسلام نے اپنے ان فدائیوں کیلئے ایک مستقل مصرفِ زکوٰۃ کو متعین کر دیا — یہ تو ہر قاری قرآن جانتا ہے کہ قرآن حکیم میں فضائل جہاد کے بیان میں بہت سی آیات ہیں۔ اور محدثین کرام نے تو کتب حدیث مطہرہ میں فضائل جہاد اور احکام جہاد پر مستقل عنوانات قائم کیے ہیں۔ یہ جہاد

دفاعی ہو یا اقدامی۔

بعض علماء کرام اس مصرف زکوٰۃ میں بہت وسعت کے قائل ہیں وہ حاجی کو بھی اس مد میں شامل کرتے ہیں یعنی وہ شخص جس پر حج فرض ہو چکا ہے لیکن بعد میں اس کے پاس مال نہ رہا۔ یا گھر سے تو پورے سامان کے ساتھ نکلا تھا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا یا کوئی اور وجہ پیدا ہو گئی ہو۔ کتب احادیث میں منقول ہے کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ وقف کر دیا تو رسول کریم نے اس سے کہا کہ اس اونٹ کو حاجیوں کے سفر میں سواری کیلئے استعمال کرو۔ بعض اہل علم نے اس مد میں اور زیادہ وسعت پیدا کی ہے کہ فی سبیل اللہ نیکی کے ہر کام کو شامل ہے۔ مثلاً مسجدوں، مدرسوں اور شفاخانوں کی تعمیر، کنوئیں کھدوانا۔ پل اور سڑکیں بنانا۔ فلاح و بہبود کے اداروں کو چلانا اور ان کے کارکنوں کے مشاہرے ادا کرنا۔ مگر اس مصرف کو اس قدر وسیع کر دینے سے آٹھ مصارف کی تحدید مجروح ہوتی ہے۔

نوٹ :۔ اس سلسلہ میں دیکھئے میرا مفصل اور مدلل (بحوالہ کتاب سنت) مضمون حج بالاقساط ہفت روزہ الاسلام، لاہور میں شائع ہوا تھا۔

مسافر قرآن حکیم نے اس مصرف کا ذکر آخر میں کیا ہے۔ اس میں یہ حکمت پنہاں ہے۔ کہ ایک انسان کو سفر سے زندگی میں کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے۔ زندگی کا زیادہ عرصہ حالتِ قیام میں گزر جاتا ہے۔ انتہائی ضرورت کے تحت ہی کوئی شخص سفر کی کلفت وصعوبت برداشت کرتا ہے۔ گو اس سائنسی دور میں بے پناہ وسائل حمل ونقل وجود میں آگئے ہیں جن سے مسافروں کیلئے بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن آج کے دور میں بھی بعض علاقے موجودہ ترقی سے محروم ہیں۔ اور اسلام تو عالمی دین ہے اور ممکن ہے کہ اس تیز رفتار ترقی میں اضافے کی بجائے تنزل شروع ہو جائے۔ سنعیدھا سیرۃ الاولیٰ۔ ——— اس لیے حالات کے تغیر و تبدل سے احکام سفر متاثر نہیں ہو سکتے۔ سفر میں نماز قصر ہو جاتی ہے۔ یہ از راہ کرم اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں مسافر کیلئے تخفیف کی ہے۔ ایک اسلامی ریاست کو بوقت احتیاج مسافر کی مدد و اعانت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے ——— جو لوگ سفر کی حالت میں تہی دامن ہو جائیں کہ ان کیلئے گھر پہنچنا مشکل ہو۔ تو یہ لوگ حکماً محتاج ہیں۔ ایسے لوگوں پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا شرعاً درست ہے۔

گو یہ لوگ اپنے گھر میں مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ابن السبیل (مسافر) کے ساتھ حُسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ ـــــ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل۔ (انفال ۴۱) اور جان لو کہ جو کچھ تم نے مال غنیمت حاصل کیا ہے۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اسکے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کیلئے ہو۔

وآت ذاالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔ (بنی اسرائیل : ۲۶)
رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اسکا حق دو۔ اور فضول خرچی مت کرو۔

سفر کے کئی اسباب و وجوہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً علم کیلئے سفر۔ حصول معاش کیلئے سفر۔ وعظ و تبلیغ کیلئے سفر۔ حج کیلئے سفر۔ خوشی غمی میں عزیز و اقارب سے ملاقات کیلئے سفر اور یہ سفر کار خیر کیلئے ہو کار بد کیلئے نہ ہو مثلاً کوئی ایک دور دراز مقام پہ جاکر چوری کرتا ہے یا ڈاکہ ڈالتا ہے۔ تو یہ سفر معصیت ہوگا۔ اعانت کا مستحق نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ سابقہ اسفار میں سے کوئی سفر بھی ہو اگر راستہ میں مسافر کے پاس زاد راہ ختم ہوگیا ہے تو وہ مال زکوٰۃ سے اسکو اس قدر رقم دی جاسکتی ہے کہ وہ بسہولت منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ حضرت عمر فاروق رض نے مسافروں کی فلاح و بہبود کیلئے بہت کام کیا آپ نے راستوں پہ خوراک کے ذخیرے کر رکھے تھے جن سے مسافر سامان خوراک حاصل کرتے تھے۔ نیز آپ نے مکہ مدینہ کی درمیانی شاہراہ پر ایسے انتظامات کر رکھے تھے کہ اگر کسی مسافر کا دوران سفر خرچہ ختم ہوگیا ہے یا اسکو سواری کی ضرورت لاحق ہوئی ہے۔ تو سرکاری طور پر اسکی یہ ضرورت پوری کر دی جاتی ـــــ مسلمان بادشاہوں نے اپنے دور حکومت میں مسافروں کیلئے راستوں پر کنوئیں کھدوائے سرائیں بنوائیں۔ اور لنگر خانے جاری کیے۔ اس دور جدید میں سفر کی بہت سہولتیں حاصل ہیں جگہ جگہ ہوٹل ہیں۔ لیکن آج بھی مسافر کو کوئی مالی دشواری حالت سفر میں لاحق ہو تو اس کی مال زکوٰۃ سے مدد کی جاسکتی ہے۔

علمی کتابیں !

- تذکرہ علماء اہلحدیث پاکستان۔ جلد دوم۔ از پروفیسر محمد یوسف سجاد۔ ۵۰/- روپے
- ارمغان ظہیرؒ۔ بشیر انصاری ایم۔اے۔ قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری ۲۵/- روپے
- چودھویں صدی کے تند و تیز تغیرات و مضمرات، از عقیل الرحمٰن صدیقی ۲۴/- روپے

(نوٹ) ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہے۔ پتہ :- ادارہ ہفت روزہ